AFKĀR *Research Journal of Islamic Studies*
Volume 3, Issue 2, December 2019, PP:27-38
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; www.iri.aiou.edu.pk

Scan for download

شرعی احکام میں حالات وزمانہ کی رعایت اور اس کی عصری معنویت
(دور نبوی کا ایک مطالعہ)

Circumstantial Consideration in Shar'īah Commands and its Contemporary Meaning (A Study of Prophetic Age)

Dr. Saeed Ahmad Saeedi
Assistant Professor
Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore

Hafiz Irfan Ullah
Lecturer
Department of Islamic Studies
Lahore Garrison University, Lahore

ABSTRACT

Human beings need Allah's guidance for the successful life. For this Allah sent chain of His messengers with the teachings that could be followed by the people for coming closer to Allah. After the keen study of the teachings ordained by Allah, it reveals that its purpose is to divert attention of people to the mystic knowledge of Allah, and make people to come out of the trifling of fake gods and bow down them before only one God and put them on the right path in spite of different tangled tracks. For gaining this purpose the way of divine wisdom and preaching, people were guided to the orders which can be easily acted upon. If we study the orders which were implemented in the Prophetic periods of Makkah and Madina, we can easily judge that the Prophetic wisdom kept in view the convenience of the people in Shariah issues. By studying the Shariah issues, two things become prominent with reference to time and circumstances; one for the implementation of orders strategy of graduation was adopted. And secondly system of abrogation was managed too for the implementation of orders. Deep study of these two issues leads us to the observance of time and circumstances. For example In worship issues; prayer, fasting, Hajj and Zakat, similarly in the context of daily life dealings with the reference of time and circumstances graduality and abrogation were adopted. Therefore, in Shariah issues Prophetic wisdom like expansion and convenience instigate us for the observance of time and circumstances, because of this our issues can be solved out and people may act upon Shariah conveniently. Parting from this will be great hindrance for the Serving of Religion.

Key Words:-*Shariah issues, Observance of time and circumstances, Graduality, Abrogation, Worships and daily life issues, Expansion and Convenience*

انسان کو کامیاب زندگی گزارنے کے لئے خدائی رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا اور انبیاء کرام کو ایسی تعلیمات عطا فرما کے بھیجا گیا جس پر عمل کر کے لوگوں کے لئے قرب خداوندی کا حصول آسان ہو سکے۔انبیاء کرام کو دیے گئے احکام کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کا مقصد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طرف متوجہ کرنا، انہیں جھوٹے خداؤں کے گورکھ دھندے سے نکال کر ایک خدا کے سامنے سر تسلیم کرنے والا بنانا اور الجھے ہوئے راہوں سے راہ راست پر گامزن کرنا تھا۔اس مقصد کے حصول کے لیے حکمت اور وعظ حسن کی راہ اپنائی گئی،لوگوں کو ایسے احکام بتائے گئے جن پر عمل کرنا ان کے لیے ممکن تھا۔اگر مکی اور مدنی زندگی میں نافذ کیے جانے والے احکام کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ حکمت نبوی نے جہاں دیگر احوال میں لوگوں کے معاملات کا خیال رکھا اور ان کے لئے آسانیاں فراہم کیں وہاں شرعی مسائل میں اسی حکمت عملی کو ملحوظ خاطر رکھا۔علامہ محمد تقی امینی نے اس حوالے سے نہایت مفید اور اہم کام کیا جو کہ ''احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ رعایت'' کے نام سے شائع ہوا۔اس میں ایک باب ہے جیسے ''سنت سے حالات وزمانہ کی رعایت کا ثبوت'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔علامہ موصوف نے اس میں سیرت کے چند واقعات سے حالات وزمانہ کی رعایت کا استدلال فرمایا۔ لیکن شاید ان کے پیش نظر اختصار تھا لہذا وہ تفصیل میں نہیں گئے۔جبکہ زیر نظر مقالہ میں ایک تو عبادات ،چند عقوبات اور کچھ دیگر شرعی احکام میں تبدیلی کو مرحلہ وار واضح کیا گیا ہے نیز اس میں تدریجی حکمت عملی اور اہتمام نسخ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس حوالے سے دوسرا اہم کام مفتی محمد نظام الدین رضوی کا ہے جو کہ ''فقہ حنفی میں حالات وزمانہ کی رعایت'' کے نام سے موسوم ہے۔اس میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے تقریبا ستر (70) مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں انہوں نے فقہ حنفی کے چندان مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے جنہیں فتاویٰ رضویہ میں بیان کیا گیا۔چونکہ عہد نبوی ان کا موضوع نہیں تھا لہذا انہوں نے عہد رسالت کے چند اختصاری حوالہ جات پر اکتفاء کیا ہے۔

اگر شرعی احکامات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں حالات وزمانہ کی رعایت کے اعتبار سے دو چیزیں نہایت واضح دکھائی دیتی ہیں:

(1) تنفیذ احکام میں تدریجی حکمت عملی (2) نفاذِ شریعت میں اہتمام نسخ

(1) تنفیذ احکام میں تدریجی حکمت علمی

شریعت اسلامیہ قرب خداوندی کے حصول اور خدائے وحدہ لا شریک کی رضا جوئی کے لیے اللہ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور انہی احکام کی بجاآوری میں دنیا وعقبی کی بھلائیاں پنہاں ہیں۔ لیکن یہ احکام شرعی یکلخت لاگو نہیں کر دیئے گئے بلکہ انسان کی پیدائش سے اس کی بلوغت تک انہیں یہ احکام سکھانے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ نماز کے متعلق فرمایا گیا کہ جب بچہ سات سال کا ہو تو اسے نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے جب دس سال کا ہو جائے ہلکی پھلکی سزا دے کر اسے نماز کا عادی بنایا جائے حالانکہ ابھی تک نماز اس پر فرض نہیں بلکہ بالغ ہونے پر فرض ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طبیعت آہستہ آہستہ نماز کی عادی بن جائے۔اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر احکام کا نزول ہو رہا تھا تو ان میں بھی تدریجی پہلو کو مد نظر رکھا گیا۔اگر ہم نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کا موازنہ کریں تو ہمیں اس میں واضح فرق دکھائی دیتا ہے۔اس کی بنیادی وجہ مکہ اور مدینہ کے حالات میں تبدیلی تھی۔ مکہ میں لوگوں کو ایمان کی دعوت دی جاتی اور اس کے متعلق عقیدہ آخرت فرشتوں کے متعلق عقیدہ اور دیگر عقائد کو پختہ کرنے پر زور دیا جاتا جبکہ مدینہ میں

حالات سازگار ہوئے تو شریعت کے عملی احکام کی نافذ کرنے پر توجہ دی گئی اور ان احکام میں تدریجی پہلو کو مد نظر رکھا گیا۔چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

نماز کے تبدیل کیے جانے والے احوال

نماز میں ہونے والی تبدیلی کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''نماز کی تین حالتیں تبدیل ہوئیں اسی طرح روزہ بھی تین احوال میں تبدیل ہوا۔ نماز کے احوال یہ ہیں:

نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''قَدنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا''

''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں''۔

تو اللہ تعالیٰ نے مکہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا یہ ایک حالت ہو گئی۔اہل ایمان نماز کے لیے جمع ہوئے ایک دوسرے کو اطلاع کرتے قریب تھا کہ ناقوس بجانا شروع کر دیتے۔کہ ایک انصاری جن کا نام عبداللہ بن زید تھا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ''میں نے خواب دیکھا ہے اور اگر میں کہوں کہ میں سویا ہوا نہیں تھا تو سچ ہو گا۔یعنی نیند اور بیداری کی حالت میں تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے دو سبز رنگ کے کپڑے اوڑھ رکھے تھے،اس نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور کہنا شروع کیا:'' اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ''دو مرتبہ حتیٰ کہ اذان سے فارغ ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرا حتیٰ کہ اسی طرح پھر کہا مگر اس میں''قدقامت الصلٰوۃ'' کا دو مرتبہ اضافہ کیا۔حضور نے فرمایا بلال کو سکھا دو۔حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمر فاروق آئے اور انہوں نے عرض کی کہ مجھے بھی ایسا ہی خواب آیا ہے لیکن عبداللہ بن زید نے مجھ سے پہلے بیان کر دیا ہے۔ یہ دو حالتیں ہو گئیں۔(تیسری حالت یہ ہے کہ) لوگ نماز کے لیے آتے تو نبی کریم ﷺ کچھ نماز ادا کر چکے ہوتے ایک آدمی دوسرے کی طرف اشارہ کرتا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھ لیں تو دوسرا بتاتا کہ ایک یا دو تو وہ پہلے وہ رکعتیں ادا کرتا پھر نماز میں باجماعت شامل ہوتا۔ پھر ایک دن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے جس حالت میں حضور کو دیکھا اس میں شامل ہو جاتا اور اتنی ادا کرتا اور پھر جب نبی کریم ﷺ نماز مکمل کر لیتے تو میں اٹھتا اور اپنی بقیہ نماز مکمل کر لیتا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معاذ نے تمہیں طریقہ بتایا لہٰذا اس طرح نماز ادا کیا کرو۔ یہ تین احوال ہو گئے''۔[1]

حضرت معاذ کی روایت کردہ روایت واضح کرتی ہے کہ نماز اگرچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے مگر اس میں بھی لوگوں کے احوال اور کیفیات کو مد نظر رکھا گیا۔اسی طرح اگر ہم قبلہ کی تبدیلی کو دیکھیں تو پتا چلے گا کہ قبلہ کی تبدیلی جہاں نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی وہاں دیگر اہل ایمان بھی چاہتے تھے کہ کعبہ قبلہ بن جائے۔اور قرآن نے نبی کریم ﷺ کی اس خواہش کا ذکر بھی کیا اور فرمایا:

''فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا''[2]

''ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں''۔

اسی طرح اذان کے طریقہ کو نبی کریم ﷺ نے پسند فرمایا اور اس کا حکم فرما دیا۔ نماز کی امام سے رہ جانے والی رکعتیں بعد میں ادا کرنا جیسا کہ حضرت معاذ نے کیا۔ گویا نبی کریم ﷺ نماز اور اس کے متعلق عبادت میں بھی لوگوں کے احوال سے لاتعلق نہیں رہے اور انہیں اپنے احوال عبادت سے غیر متعلق رکھنے کا حکم بھی نہیں دیا بلکہ اس کا خیال رکھا جاتا رہا ہے۔ یہ سارے مراحل تدریجی حکمت عملی سے طے ہوئے، یکدم نہیں ہوئے۔ ان تین حالتوں میں ایک اور حالت کا اضافہ ہوتا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

"فرض اللّٰہ الصلوٰۃ حین فرضھا رکعتین فی الحضر والسفر فا قرت صلوۃ السفر وزیدفی صلوۃ الحضر"[3]

"جب اللہ تعالیٰ نے نماز کو فرض فرمایا تو سفر وحضر میں دو دو رکعتیں فرض فرمائیں پھر سفر کی نماز کو باقی رکھا گیا اور حضر کی نماز کو بڑھا دیا گیا"۔

امام بخاری نے اسے سفر معراج میں ذکر کیا اور باب کا عنوان قائم کیا "کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء" تو گویا نماز کا یہ حکم سفر معراج میں نازل ہوا حالانکہ اس سے پہلے بھی نماز پڑھی جاتی تھی۔ اس ضمن میں مقاتل بن سلیمان لکھتے ہیں:

"فرض اللّٰہ فی اول الاسلام الصلوٰۃ رکعتین بالغداۃورکعتین بالعشی لقولہ تعالیٰ "وسبح بحمدربک بالعشی والابکار"[4]

"اللہ تعالیٰ نے شروع اسلام میں نماز کی دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کو فرض فرمائیں جیسا کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے "اپنے رب کی حمد شام اور صبح کیا کرو۔"

اسی طرح ابتدائے اسلام میں دوران نماز لوگوں سے گفتگو کرنا بھی جائز تھا لیکن بعد میں اسے بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

'کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھوفی الصلٰوۃ فیردعلینا فلما رجعنا من عندالنجاشی سلمنا علیہ فلم یردعلیناوقال ان فی الصلٰوۃ شغلا"[5]

"ہم نبی کریم ﷺ کو سلام کیا کرتے جبکہ آپ نماز کی حالت میں ہوتے، آپ ہمارے سلام کا جواب دیتے تھے جب ہم نجاشی (ہجرت حبشہ) کی طرف سے لوٹے تو ہم نے حضور کو سلام کیا تو آپ نے ہمیں سلام کا جواب نہ دیا۔ (نماز مکمل کر کے فرمایا) کہ نماز میں مصروفیت ہوتی ہے"۔

حضرت زید بن ارقم نے نماز میں گفتگو کے جواز اور پھر اس سے منع کا بھی ذکر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں:

"انا کنا لنتکلم فی الصلوۃ علی عھدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یکلم احدنا صاحبہ بحاجتہ حتی نزلت حافظوا علی الصلوۃ والصلاۃ الوسطی وقوموا للّٰہ قانتین فامرنا بالسکوت"[6]

"ہم نبی کریم ﷺ کے دور میں دوران نماز گفتگو کرتے ہمارا کوئی ساتھی اپنی ضرورت کے متعلق کسی دوسرے ساتھی سے گفتگو کرتا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی "اپنی نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے قیام کرو" پھر ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا"۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نماز کو موجودہ صورت تک پہنچنے میں کئی مرحلے طے کرنا پڑے ہیں تین کا ذکر تو حضرت معاذ بن جبل والی روایت میں ہوا اور چوتھے مرحلے کا ذکر سیدہ عائشہ کی روایت میں، پانچویں کا تذکرہ شائل بن سلیمان کی روایت میں اور چھٹی صورت حال کا تذکرہ

سیدناعبداللہ بن مسعوداور زید بن ارقم والی روایت میں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ نماز جیسی اہم عبادت جیسے دین کا ستون اور کفراور اسلام کے درمیان فرق قرار دیا گیاہے، میں بھی تدریجی حکمت علمی کارفرما دیکھائی دیتی ہے۔علاوہ ازیں دیگر احکام میں غور وفکر کریں تو واضح ہو گا کہ شریعت نے کس خوبصورتی سے تنفیذ احکام کام سرانجام دیا۔اس بحث کو سمیٹتے ہوئے سیرۃ النبی کا اقتباس درج کرنا نہایت مفید معلوم ہوتا ہے:

''ہجرت سے آٹھ برس کا زمانہ تمام تر (انہیں فتنوں کی دار وگیر) مخالفین کی شور شوروں اور ہنگاموں کی مدافعت میں گزرا اسی لیے آٹھ برس کی وسیع مدت میں فرائض اسلام سے جو چیز ہر جگہ اور ہر موقع پر نمایاں نظر آتی ہے وہ صرف جہاد ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں ایک ایک غزوہ کی تفصیل سینکڑوں صفحات میں ہے۔ لیکن نماز، روزہ، زکوۃ کے متعلق دو دو چار چار سطروں سے زیادہ واقعات نہیں۔۔۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ خدا نخواستہ ارباب سیر دیگر فرائض کی اہمیت اور عظمت پیش نظر نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ غزوات کی مصروفیت (اور ملک کی بدامنی) کی وجہ سے اکثر فرائض دیر میں فرض ہوئے۔۔۔ جن احکام کا تعلق قانون ملکی سے تھا وہ اس وجہ سے نازل نہ ہو سکے کہ اب تک اسلام کوئی حکمران طاقت نہ تھا۔خالص مذہبی فرائض اوراحکام بھی رفتہ رفتہ اسی زمانہ میں نازل ہوتے رہے اور بتدریج جیسے جیسے ان کے مناسب حالات پیدا ہوتے جاتے تھے وہ تکمیل کو پہنچ رہے تھے۔ سب سے بڑا نکتہ احکام کے تدریجی نزول میں یہ تھا کہ ان سے مقصود محض عربوں کو ان کا بتادینا نہیں تھا بلکہ عملاً ان کی زندگی کو ان پر کاربند بنادینا تھا۔اس لیے نہایت آہستہ آہستہ بتدریج ترتیب کے ساتھ ان کو آگے بڑھایا گیا اسی نکتہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے نہایت خوبی سے بیان فرمایا کہ پہلے عذاب ثواب کی آیتیں نازل ہوئیں جب دلوں میں استعداد اور رقت پیدا ہو گئی تو احکام نازل ہوئے ورنہ اگر پہلے ہی دن یہ حکم ہوتا کہ شراب نہ پیو تو اس حکم کے اثرات وہ نہ ہوتے جو ہونے چاہیے تھے اور جو ظاہر ہوئے کہ شراب کو پانی کی طرح گلیوں میں بہادیا گیا؟۔الغرض ان مختلف اسباب کی بناء پر اسلام کے اکثر فرائض اور احکام اس وقت تکمیل کو پہنچے جب تمام ملک میں امن وامان قائم ہو گیا''۔[7]

نماز اگرچہ مکی زندگی میں فرض ہو چکی تھی لیکن اس کی صوری تکمیل مدینہ میں آکر ہوئی اسی طرح روزے بھی مدینہ میں فرض ہوئے جبکہ زکوۃ بہت بعد میں فرض ہوئی۔ ضیاء النبی کے مطابق سن دو ہجری جبکہ سیرۃ النبی کے مطابق ''زکوۃ کی فرضیت سات آٹھ سال کے بعد ہوئی۔اس کی وجہ یہی تھی کہ رات دن معرکہ آرائیوں سے مالی حالت اس حد تک کہاں پہنچ پائی تھی کہ زکوۃ کی فرضیت کا موقع آئے۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان اس زمین مقدس پر قدم نہیں رکھ سکتے تھے اس لیے اس وقت تک حج بھی فرض نہ ہوا۔''[8]

اسی طرح اگر معاملات کے متعلق احکامات دیکھیں تو سب کے سب مدنی زندگی میں فرض ہوئے ہیں۔ مثلا حدود، قصاص ودیت کا قانون، حرمت خمر کا حکم، مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ کار، پردے کا حکم، نکاح کے احکام، ظہار کے متعلق حکم، تقسیم وراثت کا طریقہ، زمینوں کے انتظام کا طریقہ کار، جزیہ کی وصولی اور شرائط، چور کی سزا قطع ید، بیوع کے متعلق احکام ومسائل۔المختصر یہ کہ جیسے جیسے سیاسی اعتبار سے اسلامی ریاست مضبوط ہوتی گئی ویسے ویسے احکام کی تنفیذ کا موقع میسر آتا گیا اور بتدریج شرعی احکام نافذ العمل قرار دیے جارہے۔

(2)نفاذ شریعت میں اہتمام نسخ

نسخ کی ضرورت واہمیت اور تفصیلی مباحث کی بجائے امام بیضاوی کا قول نقل کرتے ہوئے نسخ کے حوالے سے مروی چند احادیث مطہرہ ذکر کرتے ہیں۔علامہ بیضاوی نسخ کی حکمت کو حالات وزمانہ سے جھوڑتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

"وذلک لان الاحکام شرعت والایات نزلت لمصالح العبادوتکمیل نفوسهم فضلا من اللّٰه ورحمة وذلک یختلف باختلاف الاعصار والاشخاص کاسباب المعاش فان النافع فی عصر قدیضر فی عصر غیرہ"[9]

"نسخ اس وجہ سے جائز ہے کہ اللہ تعالی کے فضل اور رحمت کی بناء پر لوگوں کے مصالح اور نفوس کی تکمیل کے لیے احکام نافذ کیے گئے اور آیات نازل ہوئیں۔اور یہ زمانہ اور لوگوں کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہیں جیسا کہ ذرائع معاش ہیں۔ایک زمانہ میں ایک چیز نفع دیتی ہے لیکن وہی چیز دوسرے زمانہ میں نقصان دہ بھی ہوسکتی ہے۔"

چنانچہ اسی حکمت عملی اور اصول رعایت کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام کی تنسیخ کا عمل وجود میں آتا ہے۔ذیل میں چند احادیث مبارکہ کا تذکرہ پیش خدمت ہے جن میں احکام کے نسخ کا ذکر ہے۔

(ا) فریضہء طہارت

کتاب الطہارۃ میں مذکور ہے کہ ابتدائی طور پر حکم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے ہم بستری کرتا ہے اور انزال نہیں ہوتا تو اس پر غسل فرض نہیں۔زید بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان بن عفان سے پوچھا کہ ایک شخص اپنی زوجہ سے مجامعت کرتا ہے پھر سست پڑ جاتا ہے اور اسے انزال نہیں ہوتا تو اس کا کیا حکم ہے۔تو حضرت عثمان نے فرمایا:

"قال لیس علیه غسل فاتیت الزبیر بن العوام وابی بن کعب فقالا مثل ذلک عن النبیﷺ"[10]

"انہوں نے فرمایا کہ اس پر غسل نہیں پھر میں زبیر بن عوام اور ابی بن کعب کے پاس آیا تو انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ایسا ہی کہا"۔

اس حدیث کے نسخ کے متعلق حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ:

"انما کان الماء من الماء رخصة فی اول الاسلام ثم نهی عنها"[11]

"صرف انزال ہونے کی صورت میں غسل فرض ہونے کا فتویٰ ابتدائے اسلام میں رخصت کے طور تھا پھر اس سے روک دیا گیا۔"

اور یہ حکم دیا گیا کہ:

"اذا جاوز الختان الختان وجب ا لغسل"[12]

"جب ختنہ ختنے سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے"۔

پہلے جمعے کے دن غسل کرنا فرض قرار دیا گیا تھا۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"الغسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم"[13]

"جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے"۔

بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور ارشاد ہوا:

"من توضأ یوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فهوافضل"[14]

"جس شخص نے جمعہ کے دن وضو کیاتو کافی ہےاور اچھاہے لیکن جس نے غسل کیاتو یہ افضل عمل ہے"۔

(2)زیارت قبور

ابتدا میں نبی کریم ﷺ نے قبور پر جانے سے منع فرمایا تھا۔ خاص طور پر خواتین کے لیے بہت سخت امر فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ:

"ان رسول الله ﷺ لعن زوارات القبور"[15]

"اللہ تعالیٰ نے قبور پر جانیوالیوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

لیکن بعد میں اس کی اجازت عطافرمائی اور یوں فرمایا:

"نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان فى زيارتها تذكرة"[16]

"میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا(اب) جایا کرو۔ قبور پر جانے سے (آخرت کی) یاد آتی ہے"۔

(3)حرمت سود

بنیادی طور پر سود کی دو قسمیں بیان کی جاتیں ہیں:

(1)ربا النسیہ جسے ادھار کا سود کہتے ہیں۔(2)ربا الفضل جسے اضافے کا سود کہتے ہیں۔

ان دونوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ مگر ابتدائی طور صرف ربا النسیہ حرام تھا۔ جیسا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے۔ فرماتے ہیں:

"قال رسول الله ﷺ قال انما الربا فى النَّساء"[17]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سود صرف ادھار میں ہی ہے"۔

لیکن بعد میں اس کی ناسخ حدیث ادھار کے سود کا دائرہ مزید وسیع کرتے ہوئے اس میں ربا الفضل کا اضافہ کرتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

"قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة وا لبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيدفمن زاداواستزادفقداربى الاخذ والمعطى فيه سواء"[18]

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سونا سونے کے بدلے میں، چاندی چاندی کے بدلے میں، گندم گندم کے بدلے میں، جو جو کے بدلے میں، کھجور کھجور کے بدلے میں اور نمک نمک کے بدلے میں برابر برابر، وزن کے ساتھ وزن کر کے فروخت کیے جائیں گے۔ زیادہ لینے والے اور زیادہ دینے والے (دونوں) نے سودی معاملہ کیا"۔

(4)شراب کی حد

شراب پینے والے کے لیے نبی کریم ﷺ نے کوڑے لگانے کا حکم فرمایا لیکن جو بار بار شراب پیئے اور باز نہ آئے اس کے متعلق فرمایا کہ اگر شراب پیئے تو اسے کوڑے لگاؤ اگر پھر پیئے تو کوڑے لگاؤ اور اگر پھر پیئے تو پھر کوڑے لگاؤ اور اگر چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کر دو۔ ملاحظہ ہو:

"عن معاویة بن ابی سفیان قال قال رسول اللّٰہ اذا شربوا الخمر فاجلدوہم ثم ان شربوا فاجلدوہم ثم ان شربوا فاجلدوہم ثم ان شربوا (الرابعة) فاقتلوہم"[19]

"لیکن پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی آپ نے اسے کوڑے لگائے اور جب اس نے چوتھی مرتبہ شراب پی، آپ نے پھر بھی اس کو کوڑے ہی لگائے اور قتل نہیں کیا"۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ:

"فاتی برجل قدشرب (الخمر) فجلده ثم اتی به فجلده ثم اتی به فجلده ورفع القتل فکانت رخصة"[20]

"نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگوائے، پھر شراب (کے نشے) کی حالت میں لایا گیا پھر اسے کوڑے لگائے پھر شراب (کے نشے) کی حالت میں لایا گیا، آپ نے پھر اسے کوڑے لگوائے۔ پھر (چوتھی مرتبہ) شراب (کے نشے) کی حالت میں لایا گیا، آپ نے پھر اسے کوڑے لگوائے۔ قتل کا حکم اٹھا دیا۔ یہ رخصت ہو گئی"۔

(5) قربانی کے گوشت کا حکم

ابتدائی طور پر قربانی کا گوشت تین دن تک رکھنا جائز تھا اس سے زائد دن رکھنے سے روک دیا گیا چنانچہ حضرت زبیر روایت کرتے ہیں:

"ان رسول اللّٰہ ﷺ قدنهی المسلمین ان یاکلوامن لحوم نسکهم فوق ثلاث"[21]

"نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زائد تک کھانے سے منع فرمادیا"۔

جبکہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے تین دن سے زائد تک قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت دے دی بلکہ اس کی علت و وجہ بھی بیان فرمادی ارشاد نبوی ہے:

"کنت نهیتکم عنلحوم الاضاحی فوق ثلاث لیتسع ذوالطول علی من لا طول له فکلوا ما بدالکم واطعموا وادخروا"[22]

"میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا تاکہ تمہارے امیر لوگ تمہارے فقراء کے لیے وسعت پیدا کریں۔ سو اب کھاؤ اور جمع کر لیا کرو جیسے تمہاری مرضی ہو"۔

(6) دھوکے باز کا حکم

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص کے قتل کرنے اور پھر اسے آگ میں جلا دینے کا حکم فرمایا۔ ہوا کچھ یوں کہ وہ آدمی مدینہ کے اطراف میں کسی قوم کی طرف گیا اور انہیں کہنے لگا کہ "رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے بارے میں اور تمہارے احوال کے بارے میں اور فلاں فلاں چیز کے بارے میں جیسے چاہوں فیصلہ کروں۔" اسی قوم کی ایک خاتون کو زمانہ جاہلیت میں اس نے پیغام نکاح دے رکھا تھا۔ ان لوگوں نے اس خاتون کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا لیکن وہ شخص خاتون کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے ایک شخص نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجا تاکہ اس کے متعلق پوچھ سکیں۔ نبی کریم ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس شخص

نے جھوٹ بولا ہے میں نے اسے نہیں بھیجا پھر آپ نے ایک آدمی کو روانہ کیا اور فرمایا اگر تو اس جھوٹے شخص کو زندہ پالے تو قتل کر ڈالنا اور اگر اسے مردہ حالت میں دیکھے تو جلا ڈالنا۔ وہ آدمی جب پہنچا تو دیکھا کہ وہ سانپ کے ڈسنے سے مر چکا تھا۔ تو اس نے اس جھوٹے شخص کو زندہ جلا دیا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے میری طرف جان بوجھ کر جھوٹ کی نسبت کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔ چنانچہ روایت ہے:

"فبعث القوم الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال كذب عدوالله ثم ارسل رجلا فقال ان انت وجدته حيا فاضرب عنقه وما اراک تجده حيا وان وجدته ميتا فاحرقه فانطلق الرجل فوجده قدلدغ فمات فحرقه فعندذلک قال النبى صلى الله عليه وسلم من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار"[23]

اسی طرح بعد میں بھی آپ نے ہبار بن اسود کے متعلق یہی حکم جاری فرمایا لیکن بعد میں منسوخ کر دیا۔ حضرت ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ:

"بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سرية وقال ان ظفرتم بفلان وفلان فاحرقوہما بالنار حتى اذا كان الغدبعث الينا انى كنت امرتكم بتحريق هذين الرجلين ورايت انه لاينبغى ان يعذب بالنار الا الله فان ظفرتم بهما فاقتلوهما"[24]

"نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں ایک جنگی مہم کے لیے روانہ فرمایا اور فرمایا کہ اگر تمہیں فلاں اور فلاں دونوں ملیں تو انہیں آگ لگا دو۔ پھر اگلے دن آپ ﷺ نے ہماری طرف پیغام بھیجا اور فرمایا میں نے تم کو کہا تھا کہ ان دو آدمیوں کو آگ لگا دو لیکن میں نے سوچا کہ آگ کے ساتھ عذاب دینا اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے مناسب نہیں۔ لہذا اگر تم ان پر غلبہ پالو تو انہیں قتل کر دو"۔

چنانچہ یہ حدیث اس کی ناسخ ہے اور بتاتی ہے کہ جلانے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔

(7)چوری کی سزا

چوری کرنے والے کی سزا قطع ید ہے۔ اس کے نصاب کے بارے میں ابتدائی حکم تین دراہم کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری کرنے پر چور کے ہاتھ کاٹے اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ:

"ان رسول الله ﷺ قطع فى مجن ثمنه ثلاثة دراہم"[25]

"لیکن بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور قطع ید کی سزا کے لیے دس درہم کی چوری کا نصاب مقرر کر دیا گیا"۔

چنانچہ روایت ہے:

"قال رسول الله ﷺ لا يقطع السارق الا فى عشرة دراہم"[26]

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چور کے ہاتھ دس دراہم کے عوض کی کاٹے جائیں گے"۔

(8)سیاہ خضاب

بالوں کو سیاہ رنگ کرنے کی اجازت کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ملتا ہے جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا، فرماتی ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے جبکہ اس نے سیاہ رنگ کا خضاب لگایا ہو تو عورت کو بتادے اور اسے دھوکا نہ دے۔ روایت کے الفاظ یوں ہیں:

"فاذا خطب احدکم امراة وقدخضب بالسوادفليعلمها ولا يغرنها"[27]

اس روایت میں صرف عورت کو آگاہ کرنے کا حکم ہے تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ جو مرد اسے شادی کا پیغام دے رہا ہے اس کے بال سفید ہو چکے ہیں اور اسے دھوکا نہ ہو۔ گویا سیاہ خضاب کی اجازت اشارۃ النص سے ثابت ہو رہی ہے۔ جبکہ دوسری روایت میں بالوں کو سیاہ کرنے والوں کے لیے شدید وعید کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ "آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ رنگ کا خضاب لگائیں گے جیسا کہ کبوتر کے پوٹے ہوتے ہیں وہ جنت کی خوشبو نہیں پاسکیں گے"۔

"اقوام يخضبون بهذ ا السوادآخر الزمان كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة"[28]

(10)تحفہءمشرکین

مشرکین کے تحفہ کے متعلق ابتدائی معاملہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مشرک کا تحفہ قبول کرنے سے انکار فرمادیا تھا۔ چنانچہ کعب بن مالک روایت کرتے ہیں کہ:

"جاء ملاعب الاسنّة الى رسول الله ﷺ بهدية فعرض النبى ﷺ عليه الاسلام فابى ان يسلم فقال النبى ﷺ فانى لا اقبل هدية مشرک"[29]

"ملاعب الاسنّہ تحفہ لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے انکار کر دیا آپ نے ارشاد فرمایا میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا"۔

جبکہ بعد میں نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے تحائف قبول فرمائے جو اس کے نسخ کی دلیل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ان كسرى اهدى له فقبل وان الملوک اهدوا اليه فقبل منهم"[30]

نسخ کے متعلق یہ روایات ان بہت سی روایات کا حصہ ہیں جن سے واضح ہوتا ہے۔ شریعت کے نفاذ میں لوگوں کے احوال و معاملات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ نسخ کی بحث میں یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ نسخ کا تعلق لوگوں کی مصلحت کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ شارع کے علم میں کمی بیشی کے ساتھ۔ حدیث میں نسخ کی تفصیلی بحث اس بات پر منتج ہوتی ہے کہ جس طرح قرآن میں لوگوں کے احوال کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت سی آیات کو منسوخ کیا گیا اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اسی طریقہ کو جاری وساری رکھا گیا کیوں کہ ارشاد ربانی ہے:

"مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَاِلَّا وَحْىٌ" يُوْحٰى"[31]

"وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے"۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حالات وزمانہ کا شرعی احکام پر اثر تسلیم شدہ امر ہے۔ اس سے پہلو تہی شریعت کے مزاج کو نا سمجھنے کے مترادف ہے۔اس کا قطعاً یہ معنی نہیں کہ ہر حکم کو حالات وزمانہ کی رعایت کا نام دے کر تبدیل کر دیا جائے۔ یہ بات قطعی طور پر واضح ہے کہ شریعت کے بنیادی احکام غیر متبدل ہیں لیکن اس کے باوجود نماز ،روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کے بہت سے مسائل حالات وزمانہ کی رعایت سے منسلک ہیں۔ جیسے وضو کی جگہ تیمم بلکہ بعض اوقات اس کا بھی ساقط ہو جانا، بعض حالات میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کی بجائے بیٹھ کر پڑھنا بلکہ اشارے کے ساتھ بھی پڑھنے کی اجازت ہونا، روزے کی ادائیگی کا بعض اوقات مؤخر ہو جانا اور بعض اوقات فدیہ کو اس کا متبادل

قرار دینا،اسی طرح زکوۃ کی ادئیگی کے مسائل،حج بدل کا تصور وغیرہ وغیرہ۔ موجودہ دور میں اسلامی سکالرز کواس حوالے سے جدید مسائل کا ادراک کرنے اوران کا حل پیش کرنے کی ازبس ضرورت ہے۔اس حوالے سے چند سفارشات وتجاویز پیش خدمت ہیں:

1۔ عصر حاضر میں ہر شعبہ میں وسعت بھی آئی ہے اور تنوع بھی پیدا ہوا ہے۔اس وجہ سے کئی ایک نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مسائل کے قابل عمل حل کے لیے اور عوام الناس کی راہنمائی کے لیے فقہاء کرام میدان میں اتریں اور سیرت النبی کا مطالعہ کرتے ہوئے حالات وزمانہ کی رعایت سے متعلق نبوی حکمت عملی کو سامنے رکھیں اور جدید مسائل کا حل سامنے لائیں۔

2۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس حوالے سے لائحہ عمل طے کرتے ہوئے مختلف موضوعات پر کام کروائے جن کا تعلق ہر شعبہ زندگی سے ہو۔بعدازاں ان کے مطابق شفارشات مرتب کرکے ایوان زریں وایوان بالا سے منظور کرواکے قانون کا حصہ بنایا جائے۔

3۔ مختلف جامعات میں اس موضوع سے متعلق عنوانات پر مقالے لکھوائے جائیں۔

حواشی وحوالہ جات"

[1] عمادالدین اسماعیل ابن کثیر،**تفسیرالقرآن العظیم**،(الکویت:جمیعة احیاء التراث الاسلامی،ط 1992ء)،ج 1،ص 229۔

[2] القرآن الکریم2:83۔

[3] محمدبن اسماعیل البخاری،**الجامع الصحیح**،(بیروت:دار الفکر،ط2005ء،) ،رقم الحدیث:350۔

[4] صفی الرحمن المبارکفوری،**الرحیق المختوم**،(دار ابن خلدون،س ن)،ص58۔

[5] بخاری:**الجامع الصحیح**،رقم الحدیث:1199۔

[6] ایضاً۔

[7] علامہ شبلی نعمانی،**سیرۃ النبی**،(لاہور: مکتبہ اسلامیہ،ط2012ء)،ج2،ص 479۔

[8] ایضاً ص480۔

[9] عبداللہ بن عمرالبیضاوی،**انوار التنزیل واسرار التاوی**،(دار فراس للنشر والتوضیح،س ن)،ص 23۔

[10] احمدبن محمدالطحاوی،**شرح معانی الآثار**،(القاہرہ:عالم الکتب،ط1994ء)،ج1،ص54۔

[11] محمدبن عیسی الترمذی،**السنن**، (بیروت:دارا الکتب العلمیه،ط 2003)،رقم الحدیث:110۔

[12] ایضاً رقم الحدیث:108۔

[13] الطحاوی،**شرح معانی الآثار**،ج1،116۔

[14] ابوداؤدسلیمان بن اشعث،**سنن ابوداود**،(الریاض:مکتبة المعارف،ط2007)،رقم الحدیث:354۔

[15] **الترمذی،السنن**،رقم الحدیث:1056۔

[16] ابوداؤد،**السنن**،رقم الحدیث:3237۔

[17] احمدبن محمدابن حنبل،**المسند**،(بیروت:مؤسسة الرسالة،ط 2001ء)،رقم الحدیث:21864۔

[18] مسلم بن حجاج النیشابوری،**الصحیح**،(بیروت:دار المعرفة،ط2005ء)،رقم الحدیث:4148۔

[19]ابوداؤد،**السنن**،رقم الحدیث:4484۔

[20]ایضاً رقم الحدیث:4487۔

[21]ابن حنبل،**المسند**،رقم الحدیث:1422۔

[22]الترمذی،**السنن**،رقم الحدیث:1510۔

[23]احمدبن محمدالطحاوی،**مشکل الآثار**،(بیروت:دار الکتب العلمیه،ط 1995ء)،رقم الحدیث:379۔

[24]عبدالله بن محمدابن ابی شیبه،**المصنف**،رقم الحدیث:33814۔

[25]مالک بن انس،**المؤطاء**،(کراچی:نورمحمدکارخانه،س ن)،رقم الحدیث:1517۔

[26]علی بن عمر الدار قطنی:**سنن الدار قطنی**،(بیروت:مؤسسه الرسالة،ط2004ء)،رقم الحدیث:3475۔

[27]احمدبن حسین البیهقی،**السنن**،(بیروت:دار الفکر،ط2005ء،)،رقم الحدیث:14476۔

[28]احمدبن شعیب ا لنسائی،**السنن**،(بیروت:دار المعرفة،ط 2001ء)،رقم الحدیث:5075۔

[29]عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی،**المصنف**،(بیروت:دار الکتب العلمیه،ط2000ء) ،رقم الحدیث:19658۔

[30]الترمذی،السنن،رقم الحدیث:1576۔

[31]القرآن الکریم 53:4۔3۔